Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس وقت اعجاز نے گویا پہلی بار صحیح طور پہ اُسے دیکھا۔ کلف لگے کپڑوں کے اَندر جہانگیر کا جسم گھل کر آدھا رہ گیا تھا۔ اعجاز کے دِل میں افسوس پیدا ہُوا۔ الوداع کے وقت وہ دیر تک جہانگیر کا ہاتھ اَپنے ہاتھ میں لئے اسے دباتا رہا۔ پھر اُس سے گلے مل کر رُخصت ہُوا۔

ڈاکٹر احسان الحق کا مطب صاف ستھرا تھا۔ بنچ پر تین چار مریض بیٹھے تھے۔ اعجاز اِن کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ جب اُس کی باری آئی تو وہ اُٹھ کر ایک طرف ہو گیا۔ کمپاؤنڈر سے اُس نے کہا کہ اُسے ڈاکٹر صاحب سے خاص کام ہے، وہ اُن سے بعد میں ملے گا۔ جب سارے مریض دوا لے کر چلے گئے تو اعجاز نے اُٹھ کر دفتر کا پردہ اُٹھایا۔

"اجازت ہے؟" اُس نے اَندر جھانک کر پُوچھا۔

ڈاکٹر احسان الحق ایک پیڈ پر لکھ رہا تھا۔ اُس کا کمپاؤنڈر پاس کھڑا تھا۔ "آیئے آیئے،" ڈاکٹر نے اُوپر دیکھے بغیر کہا۔ اعجاز اَندر داخل ہو کر ڈاکٹر کے سامنے کُرسی پر بیٹھ گیا۔ جب ڈاکٹر لکھنے سے فارغ ہوا تو سر اُٹھا کر بولا، "جی؟"

"میرا نام اعجاز ہے۔ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ یہ ملک جہانگیر کا رقعہ ہے۔"

ڈاکٹر احسان الحق چند لمحوں تک فکرمند نظریں رقعے پر جمائے سوچتا رہا۔ "میں کچھ عرصے سے اُدھر جا نہیں سکا۔ ملک صاحب میرے مہربان ہیں۔ میری طرف سے معافی طلب کریں۔ میں جلد ہی حاضر ہوں گا۔ آپ فرمایئے۔"

اعجاز نے مدعا بیان کرتے ہُوئے اصل کہانی پیش کی اَور فی الحال اِسے صیغہ راز میں رکھنے کی درخواست کی۔ اُس نے محسُوس کیا کہ اُس کی بات کے دوران ڈاکٹر احسان الحق اُسے غیر معمولی توجہ سے دیکھتا رہا۔ جب اعجاز نے بات ختم کی تو ڈاکٹر بولا،

"آپ شجاع آباد کے ملک محمد اعجاز ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"آپ لیبر یونین موومنٹ میں رہے ہیں؟"

"ہاں، میں نے عرض کی ناء کہ ----"

"میں آپ کو جانتا ہوں،" ڈاکٹر احسان الحق اُس کی بات کاٹ کر بولا، "چند سال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہُوئے میں نے آپ کو ایک جلسے میں تقریر کرتے ہُوئے سُنا تھا۔ اُس وقت میں پڑھتا تھا۔ میں میڈیکل کالج کی سٹوڈنٹ یونین کا جائنٹ سیکرٹری تھا۔"

"ماشاء اللہ،" اعجاز نے کہا۔

"وہ ہمارے اِنقلابی دن تھے،" ڈاکٹر احسان الحق مسکرا کر بولا۔

"اب بھی آپ بہت اچھا کام کر رہے ہیں،" اعجاز نے کہا۔

"اب تو اَور کسی کام کی فرصت نہیں ملتی۔ اِس پیشے میں یہی ایک نقص ہے۔ پرائیویٹ ڈاکٹری کرنے والا لوگوں کا چوبیس گھنٹے کا ملازم ہوتا ہے۔ پھر بھی حتی الوسع کوشش کرتا ہوں کہ جو لوگ فیس دینے کی طاقت نہیں رکھتے اُن کے ساتھ رعایت کروں۔ جس معاملے کا ذکر آپ کر رہے ہیں وہ غریب مزارعہ ہے، میں تین ماہ سے اُس کا علاج کر رہا ہوں۔ دواء بھی اَپنے پاس سے دیتا ہوں۔"

"آپ کی خدا ترسی ہی آپ کا اِنقلابی کام ہے،" اعجاز نے کہا، "رحیم چوہان کے کیس میں آپ کی تشخیص کیا ہے۔"

"یہ غریب لوگ ہیں، گندی مندی شے نہیں کھاتے، معدے خراب ہوتے ہیں ضرورت سے زیادہ کھانے والوں کے، یا بہت سی چیزیں ایک ساتھ کھا لینے سے، یا بازار کا گند بلا کھانے سے۔ یہ لوگ روکھی سوکھی کھاتے ہیں، سبزیاں اُنہیں تازہ مِل جاتی ہیں، گوشت بس کبھی کبھار ہی کھاتے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ برصغیر کے کسان کی خوراک دُنیا کی بہترین خوراک ہے؟ دالیں، سبزیاں، گیہوں کا موٹا آٹا یا چاول، اَور چائے کی لسی۔ اِس خوراک سے نہ انہیں دِل کی بیماری ہوتی ہے، نہ کینسر کا مرض ہوتا ہے، اَور نہ دماغ خراب ہوتا ہے۔ یہ تینوں امراض مغربی ملکوں کی امیر دُنیا میں وبا کی صورت پھیلی ہُوئی ہیں۔"

"رحیم چوہان کے معدے کی خرابی کا باعث آپ کے خیال میں کیا ہے،" اعجاز نے پُوچھا۔

"ہاں، پہلے اِس کا معدہ بند ہوا، ہاضمے کا عمل رُک گیا۔ آپ جانتے ہیں معدہ خراب ہو تو سمجھئے کہ سارا سسٹم اَپ سیٹ ہو گیا۔ پھر اِدھر اُدھر سے سو بیماریاں آ کر پکڑ لیتی ہیں۔ میں نے بڑا سر مارا۔ عام دواؤں سے معدے کا عمل دُرست نہ ہُوا۔ پھر میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الف سے یے تک سب کھانے پینے والی چیزوں کو ذہن میں رکھ کر ایک ایک چیز بند کرا کے دیکھا۔ روٹی نہ کھاؤ چاول کھاؤ، ایک دال نہ کھاؤ دُوسری کھاؤ، ایک سبزی نہ کھاؤ دوسری کھاؤ۔ مرچ مصالحے نہ کھاؤ۔ یہ الرجی کی تشخیص کا سادہ طریقہ ہے۔ اس طریقے سے بھی افاقہ نہ ہُوا۔ الٹیاں، قبض، دست، بدہضمی اُسی طرح چلتی رہی۔ آخر میں نے گھی پر اُنگلی رکھی۔ یہی ایک چیز تھی جو اسی فیصد کھانوں میں کم و بیش اِستعمال ہوتی تھی اَور کہیں سے بن کر ڈبے میں آتی تھی۔ میں ڈبے سمیت گھی کا سیمپل لے آیا۔ میرا ارادہ تھا کسی لبارٹری سے اِس کا انالس کراؤں۔ مجُھے فرصت نہیں ملی۔ اسی دوران میں ایک نوجوان آیا۔ وہ کسی سروے کرنے والی ٹیم کا ممبر تھا، جو سب جگہ سے سیمپل اکٹھے کرکے انالس کروا رہے تھے۔ میں نے ڈبے سمیت سیمپل اُسے دے دیا۔ اُس کی طرف سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔

"رحیم چوہان کو آپ نے گھی بند کرایا؟"

"ڈبے کا بند کرا دیا تھا۔"

"یہ اِز میبر برانڈ گھی تھا؟"

"جی ہاں۔ میں نے بند کرا دیا۔ کہا کہ تھوڑا کھاؤ مگر دیسی کھاؤ، توریئے کا تیل جلا کر کھاؤ۔ افسوس کہ اِس دوران ہی اُس کے سسٹم کا کافی نقصان ہو چُکا تھا۔ اب مجُھے السر کا شک ہے، کینسر بھی ہو سکتا ہے۔ اِن چیزوں کے لئے ٹیسٹ کرانے کی ضرورت ہے۔ پرائیوٹ ٹیسٹ وہ افورڈ نہیں کر سکتا، گورنمنٹ کے ہسپتالوں میں دھکے کھانے کی اُس میں ہمت نہیں رہی، بوڑھا آدمی ہے۔ اَیسے کیسوں میں مجُھے اَپنی ناکامی کا رنج ہوتا ہے۔ محُسوس کرتا ہوں کہ اِتنے سال کی پڑھائی اَور محنت ضائع کر دی ہے۔"

"انالسس میں گھی خراب نِکلا تو کیا آپ اَپنی طرف سے اِس شخص کی بیماری کی رپورٹ دینے کے لئے تیار ہوں گے؟"

"سو فیصدی،" ڈاکٹر نے جواب دیا، "بلکہ اِس سے میرا شبہ کنفرم ہو جائے گا۔"

"بہت بہت شکریہ،" اعجاز نے اُٹھتے ہُوئے کہا۔ "آپ کا مزید وقت ضائع نہیں کرتا۔ انشاء اللہ جلد ہی رابطہ کروں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پندرہ روز کے بعد اعجاز اَپنے سامنے میز پہ چند کاغذات پھیلائے فخریہ انداز سے بیٹھا تھا۔ میز کے دُوسری جانب بدیع الزمان، کہنیاں میز پہ رکھے آگے جھُک کر بیٹھا سگریٹ کے کش پہ کش لگا رہا تھا۔

"ٹھہرو ٹھہرو،" بدیع الزمان بیتابی سے بولا۔ "مجُھے سارا نقشہ ذہن میں بٹھانے دو۔ یہ،" اُس نے ایک کاغذ پہ ہاتھ رکھا۔ "ایک لبارٹری کی رپورٹ ہے۔ اَور یہ دُوسری لبارٹری کی ہے۔ ٹھیک؟ اَور یہ ڈاکٹر احسان الحق کی ہے۔ اَور یہ؟"

اعجاز جواب دینے کی بجائے خاموش بیٹھا معنی خیز اَنداز میں مسکراتے ہُوئے اُسے دیکھتا رہا۔

"بتاؤ بتاؤ ناء بھئی، سسپنس میں مت رکھو، میری جان نِکل جائے گی۔"

"جناب یہ اِز میر گھی انڈسٹریز کے اَپنے کیمسٹ کی رپورٹ ہے۔"

"اُن کے اَپنے ملازم کی؟ سچ؟"

"جی ہاں۔"

"اُس کے دستخط ہیں؟"

"اُوں ہوں۔ اَور نہ ہم اُس کا نام لے سکتے ہیں۔ یہ اُس کے ساتھ میرا وعدہ ہے۔ مگر اُس نے حرف بہ حرف سب کچُھ بتا دیا ہے کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔"

"تُم نے اُس سے یہ بات کیسے اُگلوائی؟"

"واقفیت نِکل آئی۔ پہلے وہ میرے علاقے ی ایک صابن فیکٹری میں کام کرتا تھا جہاں ایک دفعہ سٹرائیک ہُوئی تھی۔ اُس وقت سے وہ مجُھے جانتا ہے۔"

"اَور اُس نے تم پہ اعتبار کرلیا؟"

"کیوں نہیں۔ وہ جانتا ہے میں اَپنے لفظ سے نہیں پھروں گا۔"

"زندہ باد،" بدیع الزمان دونوں بازو اُوپر اُٹھا کر چلایا۔ "میں جانتا تھا صرف تم ہی یہ کام کر سکتے تھے۔ اب ہمارے ہاتھ میں سکہ بند میٹریل آگیا ہے۔ ایک دفعہ تو اُن کے پرخچے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُڑا دوں گا۔"

بدیع الزمان کا اسسٹنٹ شمس، جو خاموش بیٹھا سن رہا تھا، جھجکتے ہُوئے بولا، "بدی صاحب۔۔۔۔"

"یار میں نے کتنی بار تجھے بتایا ہے، میرا نام بدی نہیں بدی ی ی ع ہے۔ اخباری حلقوں میں مَیں پہلے ہی بدی العالم کے نام سے مشہور ہوں،" اُس نے ہنس کر اعجاز کو دیکھا۔ "اب میرے اَپنے گھر میں ہی مجھے اِس نام سے پکارنے لگے ہو؟ ہاں، تو بول بچے، کیا کہتا ہے۔"

"بدیع صاحب"، شمس نے حلق سے زور لگا کر آواز نکالی، "وہ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اُن کے گھی کی رپورٹ نہیں، کسی اَور گھی کی ہے۔"

"کیسے کہہ سکتے ہیں؟" بدیع الزمان چیخا۔ اُس نے جھپٹ کر لبارٹری کی رپورٹ اُٹھائی اَور جا کر اُسے شمس کے مُنہ کے آگے لہراتے ہُوئے کہا، "مریض کے گھر سے ڈبہ اَور سمپل آیا ہے۔"

"مگر ڈبہ کھلا ہُوا تھا۔"

"تو کیا بند ڈبے سے چھو منتر کر کے گھی نِکل آتا ہے؟"

"کیا گارنٹی ہے کہ کھلے ڈبے میں کس برانڈ کا گھی ڈالا گیا ہے؟ لبارٹری تو ذمہ داری نہیں لے گی۔"

"ہیں؟" بدیع الزمان زِچ کر بولا۔ "ہیں؟"

"بدیع صاحب، شمس بات تو دُرست کر رہا ہے،" اعجاز نے کہا۔

"ہیں؟ دُرست ہے؟ تو پھر اِس کا حل کیا ہے؟"

"کوئی حل تلاش کرنا پڑے گا۔ آپ بیٹھ جائیں۔ کوئی نہ کوئی حل نِکل آئے گا۔"

"تو بتاؤ۔ سوچو،" بدیع الزمان سگریٹ کے ساتھ سگریٹ سلگا کر کُرسی پہ بیٹھ گیا۔

"بتا بچے، بتا،" وہ شمس سے مخاطب ہو کر بولا، "مسئلہ کھڑا کرنا کوئی کام نہیں، حل پیش کرنا اصل کام ہے۔"

شمس کے چہرے پر ہراسانی کے آثار نظر آ رہے تھے، مگر اُس نے اَپنی جرات برقرار رکھی۔ "ایک حل یہ ہے کہ دکان سے اِزمیر کا بند ڈبہ لبارٹری لے جایا جائے۔ وہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس کو کھولیں اَور انالسس کریں۔"

"ہیں؟" ایک اَور رپورٹ؟ وہ اعجاز کی جانب متوجہ ہو کر بولا۔ "کتنا مزید خرچہ آئے گا۔"

"اِس کی آپ فکر نہ کریں،" اعجاز نے کہا۔ "سمجھ لیں کہ مفت میں ہو جائے گا۔"

"مفت میں؟ واہ لبارٹریاں مفت میں چلتی ہیَں؟ آج کل ہر کوئی دُوسرے کی روزی پہ جھپٹا مارنے کو تیار بیٹھا ہے۔ ملک اعجاز، کیسی بات کرتے ہو۔"

"بدیع صاحب، واقفیت سے بھی کام چل جاتا ہے۔ تعلق سے بھی چلتا ہے۔ آخر ہم نے اِتنی عمر اِن لوگوں کے درمیان بیکار ہی تو نہیں گزُاری۔"

"زندہ باد،" بدیع الزمان نے نعرہ لگایا۔ "ملک اعجاز، تم میرے ساتھ چلے تو پھر کرشمے دیکھنا۔ پشزہ کردوں گا۔"

اعجاز اُٹھ کھڑا ہُوا۔

"اب میں رپورٹ شرُوع کرتا ہوں،" بدیع الزمان نے کہا۔

"میرے خیال میں دو چار دِن رُک جائیں۔ لبارٹریوں سے اگلی رپورٹیں آ لینے دیں۔"

"ہاں، ٹھیک کہتے ہو،" بدیع الزمان اعجاز کے ساتھ سیڑھیاں اُترتے ہُوئے بولا۔

"یہ لو،" اُس نے جیب سے کچُھ نوٹ نکال کر آگے بڑھاتے ہُوئے کہا۔ "یہ رکھ لو۔"

"اِن کی کوئی ضرورت نہیں بدیع صاحب۔"

"اوں ہوں۔ میں نہیں مانتا، اِتنی زیادتی مت کرو،" وہ اعجاز کی جیب میں نوٹ اُڑستے ہوئے بولا۔ "گھی کے ڈبوں کے لئے رکھ لو۔ لڑکا،" وہ آنکھ مار کر بولا، "ذہین ہے۔ ہیَں ناء؟"

"ہاں۔"

"مگر اِس عمر میں انہیں زیادہ چھوٹ نہیں دینی چاہئے۔ ورنہ اِن کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ میں نے اَور تم نے تو ابھی بہت آگے جانا ہے۔ میں اِن کا بدی العالم بن کر دِکھاؤں گا، تم دیکھتے رہو۔" ہنسی اَور کھانسی کا مخصوص امتزاج بدیع الزمان کی چھاتی سے اُبھرا، جس کے دوران ہی اُس نے سگریٹ کا آخری کش لے کر اُسے سڑک کے کنارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھینک دیا، "اچھا پھر، اللہ حافظ۔"

اُس سے ہاتھ ملاتے ہُوئے اعجاز نے پہلی بار بدیع الزمان کی آنکھوں میں دیکھا۔ اُسے وہاں خوف کے گہرے سائے دکھائی دیئے۔ اُسے محسُوس ہوا کہ جیسے وہ شخص باہر کی دنیا سے لے کر اَپنے دفتر کے شمس تک، سب سے سہما ہُوا پھر رہا ہے۔ صرف اَپنی کامیابی کا تصور اُسے آگے ہی آگے چلائے جاتا تھا۔ اُس خوفزدہ، دلیر آدمی کے لئے اعجاز کے دِل میں ایک نیا اُنس پیدا ہُوا۔

"اللہ حافظ،" اعجاز نے کہا۔

"دیر نہ کرنا۔"

"جلد آؤں گا۔ فکر نہ کریں۔"

آٹھ روز گزُرنے کے بعد اعجاز تازہ رپورٹیں لئے بدیع الزمان کے دفتر پہنچا۔

"بتاؤ۔ بتاؤ۔ مجُھے سسپنس میں نہ رکھو، میرا دِل دھڑکنے لگتا ہے۔" بدیع الزمان بولا۔

"ناقص ہے،" اعجاز نے کہا۔

بدیع الزمان چیخ نما نعرہ بلند کر کے کھانسی کے دَورے میں لوٹ پوٹ گیا۔ دورے سے نپٹ کر اُس نے رومال سے آنسو خُشک کئے، چشمہ صاف کر کے لگایا اَور دُوسرا سگریٹ سلگا لیا۔ پھر وہ اطمینان سے کہنیاں میز پر رکھ کر مسکرانے لگا، گویا ایک انسانی اَور ایک ذاتی بحران سے ایک ساتھ فارغ ہو گیا ہو۔ دو چار کش لگا کر اُس نے میز کے دراز سے دو فل سکیپ کاغذ کھینچ کر نکالے۔

"یہ دیکھو، اِس دوران میں، میں نے یہ کام کیا ہے۔" پھر وہ ہاتھ اُٹھا کر تسلی کے لہجے میں بولا، "ناں ناں، رپورٹ نہیں لکھی۔ کام تم نے کیا ہے، رپورٹ تم لکھو گے۔ یہ صرف گائیڈ لائنز ہیں، چند پوائنٹ ہیں، انہیں ذہن میں رکھ کر رپورٹ تیار کرو۔ دُوسرا مقصد لیگل سائیڈ کو محفوظ کرنا تھا۔ میں نے مشورہ کر لیا ہے۔ میرے لیگل ایڈوائیزر نے ایک دو پوائنٹ کاٹ دیئے تھے۔ باقی سب ٹھیک ہیں۔ خیر بہرحال، سب کچُھ یہی ہے۔ آگے تم جو کچُھ لکھنا چاہو لکھو، تمُہارا مال ہے، سنبھالو اَور جٹ جاؤ۔ صرف ایک بات رہ گئی ہے۔ وہ مشورے والی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا ہے،" اعجاز نے پُوچھا۔

"یا تو ہم از خود اِسے چھاپ دیں اَور دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ دُوسری صورت ہے کہ اُن سے ملاقات کر لی جائے۔ سارے ڈاکومنٹ اُن کے سامنے رکھے جائیں، اصل نہیں، فوٹو کاپیاں، اَور پھر سنیں کہ کیا کہتے ہیں۔"

"اِس طرح تو اُنہیں اَپنے ڈیفینس کا وقت مِل جائے گا،" شمس بولا۔

"شمس، شمس بچے، پوری سٹوری کا تجھے پتا نہیں اَور بیچ میں بول پڑتے ہو۔ سنو،" بدیع الزمان سمجھانے کے اَنداز میں بولا، "ہم یہ تو نہیں کہیں گے کہ پریس سے آئے ہیں۔ ہم تو پبلک انالسٹ کے عہدیدار بن کر جائیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ اُن کی بات سنیں، اَور جو کچھ وہ کہیں وہ بھی رپورٹ میں شامل کر دیں۔ اِس طرح رائٹ اَپ مزید مکمل ہو جائے گا، وَن سائیڈڈ نہیں رہے گا۔"

"خیال تو اچھا ہے،" اعجاز نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ جانے کے لئے تیار ہو؟"

"میں؟۔۔۔۔" اعجاز نے پُوچھا۔

"بھئی یہ تمہارا بے بی ہے۔ فرسٹ پرسن رپورٹ ہے، دُوسری سائیڈ کو بھی تم ہی کوَر کرو گے۔"

"جیسے آپ کہیں۔"

"درست۔ چار ستمبر تمہاری ڈیڈ لائن ہے۔ اُس کے بعد میرا کام شروع ہو گا۔ دو ایک دِن ایڈٹ کرنے میں لگیں گے، پھر پریس میں جائے گا۔ گیارہ ستمبر کے اِشو میں نِکل آئے گا۔ دُرست؟"

"درست،" اعجاز ہنس کر بولا۔

"جاؤ اَور میدان مارو۔" بدیع الزمان چیخ کر بولا۔ "بہ بانگ دہل مارو۔" ہنستے ہنستے اُسے پھر بھری ہُوئی چھاتی کی کھانسی کا دورہ پڑا۔ اُسے روکتے روکتے بے اختیار اُس کا ہاتھ سگریٹ کی ڈبیا کی طرف بڑھا اَور کپکپاتی ہُوئی اُنگلیاں اُسے کھولنے لگیں۔

اِزمیر گھی انڈسٹریز کی مِل شاہدرے کے انڈسٹریل ایریا میں کئی ایکڑ کے رقبے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اعجاز اَپنی سابقہ پوزیشن میں کسی سے ملنے کے لئے اِس سے پہلے ایک آدھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بار اِس مِل میں جا چُکا تھا۔ مِل کے کیمسٹ سے بھی اُس نے باہر باہر سے رابطہ کیا تھا اَور اُس کے گھر پہ جا کر ملاقات کی تھی۔ اعجاز نے گیٹ پہ اَپنا تعارف پبلک انالسٹ کے سٹاف کے ایک آدمی کی حیثیت سے کرایا اَور گیٹ کیپر نے سیکیورٹی کے ایک آدمی کے ہمراہ اُسے ایڈمن افسر کے پاس بھیج دیا، جو ایک ریٹائرڈ میجر تھے۔ میجر قدیر نے گرمجوشی سے اُس کا استقبال کیا اَور چپڑاسی کو چائے لانے کا حکم دیا۔

"آپ نئے آئے ہیں؟" میجر قدیر نے پُوچھا۔

"جی ہاں۔ مجُھے ابھی دو ہفتے ہی ہُوئے ہیں۔"

"پہلے ہمارا رابطہ 'سٹر جعفری سے ہوا کرتا تھا۔"

"جی ہاں، جعفری صاحب کیمسٹ ہیں۔"

"اَور آپ؟"

"میں نے کیمسٹری تھوڑی بہت پڑھی تو ہے، مگر میں کیمسٹ نہیں ہوں۔ میں انوسٹی گیشن آفیسر ہوں۔"

"ٹھیک،" میجر قدیر نے اطمینان سے سَر ہلا کر کہا۔ "فرمایئے، کیسے آنا ہوا؟"

"میں دراصل حاجی کریم بخش صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"حاجی صاحب تو چیئرمین ہیں، بہت مصروف آدمی ہیں۔ آپ کے آفس سے میں ہی ڈیل کرتا ہوں۔"

"معاملہ ذرا اہم ہے،" اعجاز نے کہا۔ "اگر آپ چیئرمین صاحب سے ملاقات کروا دیں تو مہربانی ہوگی۔"

"مشکل ہے،" میجر قدیر آہستہ سے بولا۔ "جعفری صاحب کو کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو ہمارے چیف کیمسٹ سے مِل لیتے تھے۔ مجُھے معلوم نہیں آپ کیا ڈسکس کرنا چاہتے ہیں۔ مگر چیف کیمسٹ صاحب کی ضرورت ہے تو اُنہیں بھی بلایا جا سکتا ہے۔"

"آپ کی مرضی ہے، اُنہیں بھی شامل کر لیں۔ مگر معاملے کی اہمیت کے پیش نظر چیئرمین صاحب سے بات کرنا ضروری ہے۔"

"کوئی ہنِٹ تو دیں، آخر کس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"پبلک ہیلتھ سیفٹی کا معاملہ ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہم تو اِس قسم کے معاملے روز ہینڈل کرتے ہیں۔"

"یہ معاملہ ذرا زیادہ سنجیدہ نوعیت کا ہے۔"

چپڑاسی چائے لے آیا۔ میجر قدیر نے اُس کی آمد کو غنیمت جانا اَور چائے بنانے میں مصروف ہو گیا۔ اعجاز کو چائے کی پیالی پیش کرتے ہُوئے وہ بولا، "مل میں چیف کیمسٹ کے علاوہ پروڈکشن انجینئر صاحب ہیں، پھر ورکس منیجر صاحب ہیں۔ آپ اِن میں سے جس سے چاہیں مِل لیں، میں ملوا دیتا ہوں۔ سب ذِمہ دار افسر ہیں۔"

"میں نے عرض کیا ناء میجر صاحب کہ چاہئے ساری ٹیم کو اِکٹھا کر لیں، مگر چیئرمین صاحب کے علاوہ کسی سے بات کرنا میرے لئے بیسود ہے۔"

"معاف کیجئے گا، آپ نے کیا نام بتایا؟"

"محمد اعجاز۔"

"محمد اعجاز صاحب، پکی بات ہے کہ معاملہ ہماری لیول پر ڈیل نہیں ہو سکتا؟"

"جی پکی بات ہے۔"

میجر قدیر کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ اُس کے چہرے سے ہلکی سی پریشانی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ "پھر میں زیادہ سے زیادہ مینجنگ ڈائیرکٹر تک جا سکتا ہوں۔ وہ چیئرمین صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ مِل کا سارا بندوبست اُن کے ہاتھ میں ہے۔" یہ کہہ کر میجر قدیر نے ٹیلیفون گھمایا۔ "ایم ڈی صاحب دفتر میں ہیں؟" اُس نے فون میں پُوچھا۔ "فارغ ہیں؟---- کیمیکل اگزامینز کے دفتر سے ایک صاحب تشریف لائے ہیں۔ ملنا چاہتے ہیں---- جی؟ جی اچھا۔" میجر قدیر نے فون رکھ دیا۔ "میں ابھی دو مِنٹ میں حاضر ہوتا ہوں،" اُس نے اعجاز سے کہا۔ وہ اُٹھ کر باہر نِکل گیا۔

اگر اِن لوگوں نے کیمیکل اگزامنیر کے دفتر میں فون کر کے پُوچھا لیا تو پھر؟ اعجاز کا دِل دھک دھک کر رہا تھا۔ اِس آدمی نے کیمیکل اگزامنیر کہا ہے، اُس نے سوچا، کیا میں نے پبلک انالسٹ کا لفظ استعمال کر کے غلطی تو نہیں کی؟ اِس سے انہیں شک پڑ سکتا ہے۔ سارا کھیل ایک لمحے میں بگڑ سکتا ہے۔ اگر اِن کو حقیقت معلوم ہو گئی تو پھر میں کیا کروں گا؟ اعجاز دفتر میں اکیلا بیٹھا تھا اَور میجر قدیر کی غیر حاضری کے چند منٹ اِتنے طویل ہو گئے تھے کہ اعجاز سے چائے نگلی نہ جا رہی تھی۔ آخر اُس نے اپنے آپ کو تسلی دی، یہی ہے ناء کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے اپنی اصل حیثیت واضح کرنے پڑے گی۔ کیا کرلیں گے؟

اعجاز کی قسمت اُس کے آڑے آئی۔ میجر قدیر آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ "پتا نہیں جعفری صاحب سے آپ کا رابطہ ہوا یا نہیں۔ اُن کے ساتھ ہماری ارینجمنٹ تھی۔ ہمیشہ وہی آیا کرتے تھے۔ سیمپل وغیرہ لے جایا کرتے تھے، بلکہ ہم خود ہی اُنہیں بھیج دیا کرتے تھے۔ بڑی اچھی انڈر سٹینڈنگ تھی۔" اِس نے رُک کر معنی خیز نظروں سے اعجاز کو دیکھا۔ جب اعجاز اُسی خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا تو میجر قدیر دوبارہ بولا، "ہماری مل ماڈرن فیکٹری ہے۔ ہر سٹیج پر کنٹرول موجود ہے۔ سٹاف ہو یا مشینری، کسی چیز کی کمی نہیں۔ فارن کنسلٹینٹس کی ہدایات کے مطابق ہم اپنا پراڈکٹ تیار کرتے ہیں۔"

"دیکھئے میجر صاحب،" اعجاز نے کہا، "میں چیئرمین صاحب سے ملنے آیا ہوں۔ اگر اُن سے ملاقات نہیں ہو سکتی تو بتا دیں، میں چلا جاؤں گا اور اپنے افسران کو مطلع کردوں گا۔"

"اچھا تو پھر چلیئے، مینجنگ ڈائیرکٹر صاحب سے مِل لیجئے۔ وہی آپ کو جواب دیں گے۔"

مینجنگ ڈائیرکٹر حاجی وسیم بخش کے سیکرٹری سے مِل کر اعجاز اور میجر قدیر اُس کے بڑے سے ایئرکنڈیشن دفتر میں داخل ہُوئے۔ لکڑی کی بھاری میز کے پیچھے پچاس کے لگ بھگ کی عمر کا آدمی بیٹھا تھا۔ اُس نے قمیص اور پتلون پہنی ہوئی تھی۔ اُس نے بیٹھے بیٹھے اعجاز سے ہاتھ ملایا۔ اُس کے سامنے ایک اور آدمی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ میجر قدیر نے تعارف کرایا۔ یہ طارق صاحب ہیں، ہمارے ورکس منیجر۔" طارق اُٹھ کر اعجاز سے ملا۔

"میجر صاحب نے بتایا ہے کہ آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں،" حاجی وسیم بخش نے کہا۔

"جی ہاں۔ میں نے عرض کی تھی کہ میرا مقصد چیئرمین صاحب سے ملاقات کرنے کا ہے۔ اگر آپ صاحبان بھی ساتھ ہوں تو اور بھی اچھا ہو۔ مگر میں جو بات کرنا چاہتا ہوں وہ اُن کی موجودگی میں ہو تو بہتر ہے۔"

"چیئرمین صاحب ڈے ٹو ڈے بزنس کو ڈیل نہیں کرتے۔ میں کرتا ہوں،" حاجی وسیم بخش نے کہا۔ "آپ نے جو کچھ کہنا ہے بلا تامل مجھ سے کہہ سکتے ہیں۔ میں ہر قسم کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈِیسژن لینے کی پوزیشن میں ہوں۔"

"میرا ارادہ تھا،" اعجاز نے کہا۔ "کہ چیئرمین صاحب کے خیالات معلوم کروں۔ یہ ٹاپ لیول کا معاملہ ہے۔ آپ ہی کے فائدے کی بات ہے۔"

"معاملہ کس نوعیت کا ہے؟"

"پراڈکٹ کوالٹی۔ معاملہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ تک پہنچ چُکا ہے۔"

"چیئرمین صاحب ہر روز مِل میں بھی نہیں آتے،" حاجی وسیم بخش بولا۔ "آپ کھل کر بات کریں۔ ہمارا کوالٹی کنٹرول فرسٹ ریٹ ہے۔ آپ کے جعفری صاحب کئی سال سے ہماری کوالٹی سے مطمئن ہیں۔"

"پھر آپ مہربانی کریں، چیئرمین صاحب سے جس روز کی اپوائنٹمنٹ ملتی ہے، لے دیں۔ میں اُس روز آ جاؤں گا۔ کوشش کریں کہ اُن کی پہلی فرصت میں وقت مِل جائے۔"

اعجاز کو علم تھا کہ وہ پاگل پن کی بات کر کے خطرناک رسک لے رہا تھا۔ ایک ہی دِن کے وقفے میں اُس کا راز فاش ہو سکتا تھا اور پھر اُسے وہاں قدم دھرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ مگر ساتھ ہی اُسے یہ بھی پتا تھا کہ راز تو ایک دن کے اندر ویسے بھی فاش ہونے سے نہ بچ سکتا تھا، چنانچہ اب اُس نے یہ کھیل شُروع کر ہی دیا تھا تو اسے آخر تک پہنچانا لازمی تھا۔ اُس کا دِل پھر سے دھڑکنا شُروع ہو گیا تھا۔

ایک بار پھر اعجاز کا ڈھونگ چل گیا۔ حاجی وسیم بخش نے ٹیلیفون اُٹھایا اور بہت نیچی آواز میں کوئی بات کی۔ پھر فون رکھ کر اعجاز سے مخاطب ہُوا۔

"اتفاق سے حاجی صاحب ابھی تشریف لائے ہیں۔ چلیئے،" وہ اُٹھتے ہُوئے بولا، "آیئے طارق صاحب۔ میجر صاحب آپ بھی آ جائیں۔"

چاروں آدمی باہر برآمدے میں نِکل کر ایک دُوسرے کے پیچھے چیئرمین حاجی کریم بخش کے کمرے میں داخل ہُوئے۔ یہ دفتر مینجنگ ڈائیرکٹر کے دفتر جتنا ہی بڑا تھا، مگر شاندار قیمتی فرنیچر سے سجا ہُوا تھا۔ چمڑے سے منڈھی ہُوئی بھاری میز کُرسیاں تھیں۔ فرش پر بڑھیا قالین اور ایک دیوار کے ساتھ سیاہ چمڑے کا صوفہ سیٹ اور کافی ٹیبل بچھے تھے۔ میز پر تین چار ٹیلیفون رکھے تھے۔ حاجی کریم بخش کی شکل اپنے بیٹے حاجی وسیم بخش سے ملتی تھی۔ اُن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے چہرے پہ کتری ہُوئی سفید ڈاڑھی تھی اَور سَر پہ موٹی مشین پھرے ہُوئے سفید بال تھے۔ جن کے اَندر کھوپڑی کی گلابی جلد دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ستر کے پیٹے کے صحتمند آدمی تھے۔ اُنہوں نے سفید ململ کا کرتا اَور لٹھے کی شلوار پہن رکھی تھی اَور ایک ہاتھ میں تسبیح تھی جسے وہ باتیں کرنے کے دوران اُنگلیوں میں مُستقِل پھیرے جاتے تھے۔ اُنہوں نے کسی سے ہاتھ ملائے بغیر تسبیح والے ہاتھ کے اشارے سے سب کو بیٹھنے کے لئے کہا اَور اُن تین آدمیوں کی جانب متوجہ رہے جو اُن کے ایئر کنڈیشنر کے بٹنوں کی چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھے۔

"بھئی یہ آپ نے کیسے آدمی رکھے ہُوئے ہیں،" اُنہوں نے کچھ دیر بعد پلٹ کر میجر قدیر اَور ورکس منیجر طارق کو مخاطب کیا۔ "تین دِن سے لگے ہُوئے ہیں اَور ایک اے۔ سی اِن سے ٹھیک نہیں ہوتا۔"

میجر قدیر اُچھل کر کُرسی سے اُٹھا اَور ایئر کنڈیشنر کے گرد جمگھٹا کئے ہوئے تین آدمیوں کے پاس جا کھڑا ہُوا۔

"اگر اِس میں خرابی ہے تو بدل دیں،" حاجی کریم بخش نے اُکتائے ہُوئے لہجے میں کہا۔

"بدل دو،" میجر قدیر نے الیکٹریشنوں کو حکم دیا۔ "اُتار کر لے جاؤ اَور ابھی دوسرا لا کر فٹ کر دو۔" پھر حاجی کریم بخش نے کُرسی پہ اَپنا رُخ سیدھا کیا اَور سوالیہ نظروں سے اپنے بیٹے کی جانب دیکھا۔

"یہ اعجاز صاحب کیمیکل ایگزامینر کے دفتر سے آئے ہیں،" حاجی وسیم بخش نے بتایا۔ "ان کا اِصرار تھا کہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

حاجی کریم بخش نے اُنہی سوالیہ نظروں سے اعجاز کی طرف دیکھا۔

"معاف کیجئے گا، آپ کو زحمت دی،" اعجاز نے کہا۔

حاجی کریم بخش جواب دیئے بغیر اعجاز کو دیکھتے رہے۔

"دراصل بات کی نوعیت ایسی ہے کہ میں ڈائریکٹ آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔"

"وہ جو پہلے آیا کرتے تھے،" حاجی کریم بخش نے اعجاز کی بات نظرانداز کرتے ہُوئے حاجی وسیم بخش سے پُوچھا۔ "کیا نام تھا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جعفری صاحب----"

"کیا وہ تبدیل ہو گئے؟"

"جی نہیں،" اعجاز نے جواب دیا، "وہ لیبارٹری کے سٹاف سے ہیں- میں اِنوسٹی گیشن آفیسر ہوں- میں دو ہفتے پہلے ہی یہاں آیا ہوں-"

"اِس سے پہلے آپ کہاں تھے؟"

"ملتان میں تھا-"

"ملتان میں ہماری دُوسری مِل ہے- اِسی نام سے ہے- آپ حاجی رحیم بخش کو جانتے ہوں گے- وہ میرے چھوٹے بھائی ہیں-"

"جی دراصل میری زیادہ تر سروس صادق آباد میں گزُری ہے- ملتان میں، میں صرف ایک ماہ رہا، پھر یہاں تعینات کر دیا گیا- مگر مجُھے علم ہے کہ ملتان میں آپ کی مل ہے، گو وہاں جانے کا اِتفاق نہیں ہُوا-"

"تو آپ کس معاملے پر بات کرنا چاہتے ہیں؟" حاجی کریم بخش نے تیز تیز تسبیح کے دانے گنتے ہُوئے کہا- اعجاز نے گلا صاف کیا- "بات یہ ہے جناب کہ ایک وسیع علاقے میں بہت سارے لوگ معدے کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں، اَور متعدد کیسوں میں یہ بیماریاں خطرناک صورت اختیار کر گئی ہیں- خدا کا شکر ہے ابھی کوئی موت واقع نہیں ہُوئی- ڈاکٹروں کی مختلف رپورٹیں ڈسٹرکٹ ہسپتالوں میں پہنچی ہیں- اُنہوں نے ہمیں کانٹکٹ کیا ہے- ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق اِن سب بیمار ہونے والوں میں ایک قدرِ مشترک ثابت ہوئی ہے، اَور وہ آپ کے گھی کا استعمال ہے- ہم نے ازخود دُکان سے آپ کا گھی خرید کر انالسس کیا ہے، اَور ساتھ ہی اِنڈی پنڈنٹ لیبارٹریوں سے بھی کروایا ہے- سب رپورٹیں ایک دُوسری کے مطابق آئی ہیں- اُن سے ظاہر ہوا ہے کہ آپ کا گھی ناقص ہے-"

"ہمارا کوالٹی کنٹرول تو بڑی سختی سے چیک ہوتا رہتا ہے-" ورکس منیجر طارق بولا-

"ہماری رپورٹیں مختلف صورتِ حال ظاہر کرتی ہیں-" اعجاز نے کہا- اُس نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر پڑھنا شُروع کیا- "مثلاً ایف ایف اے، یعنی فری فیٹی ایسڈز، جن کی زیادہ سے زیادہ مقدار ہم نے زیرو پوائنٹ دو فیصد مقرر کر رکھی ہے، وہ آپ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھی میں زیرو پوائنٹ چھ اَور سات فیصد کی شرح تک پائی گئی ہے، جس کی وجہ سے معدے میں تیزابیت پیدا ہوتی ہے جو ہاضمے کے عمل میں خرابی پیدا کرتی ہے۔ اِس کے بعد بدبودار مادے کے ٹیسٹ ہیں، رینڈنٹی اَور پراوکسائیڈ ٹیسٹ، اُن پر بھی آپ کا گھی پاس نہیں ہوتا۔ سب سے زیادہ خرابی گھی میں نِکّل دھات کی موجُودگی سے ہے۔ اِس کی حد زیرو پوائنٹ پانچ پی۔پی۔ایم مقرر ہے۔ آپ کے گھی میں وہ اِس حد سے کافی تجاوز کرتی ہے۔ نِکّل دھات کو مکمل طور پر صاف نہ کرنے کی وجہ سے اِنسانی سسٹم میں معدے کی خرابی سے لے کر السر اَور کینسر تک کے مرض لاحق ہوسکتے ہیں۔"

دو چار لمحوں تک سب خاموش بیٹھے رہے۔ پھر حاجی وسیم بخش مینجنگ ڈائریکٹر بولا، "یہ ناممکن ہے۔ ہمارے پاس کوالیفائیڈ سٹاف ہے، جو چوبیس گھنٹے کوالٹی کی نگرانی کرتا ہے۔"

"آپ کے چیف سائنٹسٹ ڈاکٹر خدا بخش کھوکھر ہی ہیں نا؟" حاجی رحیم بخش نے بات کا رُخ بدل کر کہا۔

"جی ہاں،" اعجاز نے جواب دیا۔

"اچھا۔۔۔۔" رحیم بخش نے آہستہ آہستہ کئی بار سر ہلایا۔ "میں اُنہیں جانتا ہوں۔ بہرحال۔ کیوں بھئی وسیم، یہ کیا معاملہ ہے۔"

"حاجی صاحب، ہمارے انالسس کی روزانہ رپورٹیں ہمارے پاس موجُود ہیں۔ ہمارے رزلٹ قطعی طور پہ اِن حدود کے اَندر ہیں۔ آپ،" حاجی وسیم بخش اعجاز سے مخاطب ہُوا۔ "ہماری لیبارٹری، ہمارے ٹیسٹ پروسیجر، ہماری ٹیسٹ شیٹوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ اِن کا معائنہ کرسکتے ہیں۔"

"ہماری انویسٹی گیشن کے مطابق،" اعجاز نے حملہ جاری رکھتے ہُوئے کہا، "آپ پراسیس کے اندر ایک دو ضروری عوامل کو گول کر رہے ہیں۔ مثلاً پوسٹ نیوٹرلائزیشن نہیں کرتے، کیونکہ اِس سے آپ کا دو فیصد پراسیس لاس ہوتا ہے۔ رینڈنٹی اَور پراوکسائیڈ ویلیو کے کنٹرول میں ویکیوم سٹیم ڈسٹیلیشن کرنی پڑتی ہے، وہ آپ نہیں کرتے، جس سے آپ کی سٹیم کا خرچہ بچ جاتا ہے۔ پھر نِکّل کو صاف کرنے کے لئے سٹرک ایسڈ استعمال کرنا پڑتا ہے جو ایک قیمتی کیمیکل ہے۔ وہ آپ بچا جاتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ اِنویسٹی گیشن آپ نے کہاں سے کی ہے؟" ورکس منیجر طارق نے سختی سے پُوچھا۔ "یہ کانفیڈ۔نشل انفرمیشن ہے۔"

میں اسے بتانے کا مجاز نہیں ہوں۔ "اعجاز نے کہا۔"

اب حاجی وسیم بخش اَور ورکس مینجر طارق صُمٌ بکمٌ بیٹھے تھے۔ صرف چیئرمین حاجی کریم بخش طمانیت سے بیٹھے ہوا میں دیکھتے ہُوئے تسبیح پر تیز تیز اُنگلیاں چلا رہے تھے۔

"ڈاکٹر کھوکھر میرے چھوٹے بھائی کے سکول فیلو ہیں،" وہ مسکرا کر بولے۔ "میرا خیال تھا ریٹائر ہو چکے ہونگے۔ دیکھئے۔۔۔۔ اررر، کیا نام بتایا آپ نے؟"

"محمد اعجاز۔"

"دیکھئے اعجاز صاحب، میں صرف دو تین باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے تو یہ کہ ہماری انڈسٹری کو چلتے ہُوئے بیس سال ہو چکے ہیں۔ اِس عرصے میں ہمیں آپ کے محکمے سے کوئی شکایت موصول نہیں ہُوئی۔ اب یکایک ہمارا پراڈاکٹ خراب ہوگیا؟ پھر آپ کو علم ہے کہ ہمارے ملک میں انڈسٹریلازیشن کا عمل نیا شُروع ہو رہا ہے۔ ہم تو شکر کرتے ہیں کہ فیکٹریاں لگ رہی ہیں، مال پروڈیوس ہو رہا ہے، لوگوں کو روزگار مہیا ہو رہا ہے، معیشت ترقی کر رہی ہے۔ اِس میں آپ سب کا حِصّہ ہے۔ تیسرے یہ کہ کیا ڈاکٹروں کی رپورٹیں قابل اعتماد ہیں؟ ہمارے غریب لوگ خدا جانے کیا کچُھ گلی سڑی چیزیں کھاتے رہتے ہیں۔ اِس میں ہمارے گھی کا کیا قصور ہے؟ کیا آپ کے پاس، یا ڈاکٹروں کے پاس کوئی ریکارڈ ہے، کہ لوگ کیا کھاتے پیتے ہیں؟ بھئی آپ لوگ،" وہ اب سیدھے صاف الفاظ میں اَپنے بیٹے سے مخاطب ہوا، "اِن صاحب سے معاملہ طے کر لیں،" پھر وہ دوبارہ اعجاز کی جانب متوجہ ہوا، "ہماری معیشت میں آپ سب کا حِصّہ ہے۔ سب مِل جل کر کام کریں گے تو کچُھ ہو گا، ورنہ ترقی کا عمل رُک جائے گا۔ آپ مینجنگ ڈائیرکٹر صاحب سے میٹنگ کر کے معاملہ طے کرلیں۔"

"معاملہ طے کرنے کا سوال نہیں ہے حاجی صاحب،" اعجاز نے کہا، "یہ معاملہ اب ہمارے ہاتھ میں نہیں رہا۔ ہیلتھ منسٹری تک جا چُکا ہے۔ لوگ خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اِسی لئے میں نے اصرار کیا تھا کہ آپ سے ڈائرکٹ بات کروں۔ آپ کی فیکٹری بند ہو سکتی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اُس کی آپ فکر نہ کریں۔ فیکٹریاں بند نہیں ہوا کرتیں۔ دیکھئے آپ بیماریوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا میں لوگ جو کچھ کھاتے پیتے ہیں اُس کی وجہ سے ہماری آبادی کو بچپن سے ہی اِمیونٹی ہو چکی ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں، جب انگریز پہلے پہل یہاں آیا تھا اُسے صبح کو ڈائیریا ہوتا تھا، شام کو جان بحق ہو جاتا تھا۔ اَپنے لوگوں کو آپ نے کبھی دستوں سے مرتے ہُوئے دیکھا ہے؟ گھی وغیرہ میں تھوڑی بہت اُونچ نیچ سے اُنہیں کیا ہوتا ہے؟ اَور دُوسری غذائی اشیاء کو دیکھیں۔ کس چیز میں ملاوٹ نہیں ہو رہی؟"

"مگر حاجی صاحب،" اعجاز نے کہا۔ "ہمارا فرض تو اِن چیزوں کو روکنا ہے۔"

"ارے اِس ملک میں سب کچھ چلتا ہے بھئی۔ آپ ہماری مینجمنٹ کے ساتھ معاملہ طے کرلیں۔ میری پُوچھتے ہیں تو آپ کو سچی بات بتاؤں؟"

"جی،" اعجاز نے کہا۔

"جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے میرے دِل میں صرف ایک ہی خواہش ہے، کہ خداوند تعالیٰ مجھے مدینے میں موت نصیب کرے۔"

اعجاز اچنبھے کی حالت میں بیٹھا دیر تک حاجی کریم بخش کا مُنہ دیکھتا رہا۔

"بہ بانگ دہل،" کے دفتر سے بدیع الزمان کی کھانستی ہُوئی چیخ نما ہنسی کی آواز آ رہی تھی۔ اعجاز اَور شمس اُس کے سامنے بیٹھے ہنس رہے تھے۔

"یعنی اُس نے کوئی ایکسکیوز پیش نہیں کیا؟" بدیع الزمان حیرت اَور خُوشی کی ملی جلی کیفیت میں چلا چلا کر بول رہا تھا۔ "کوئی وعدہ نہیں کہ اَپنی کارکردگی کو بہتر بنائے گا؟ اپنی کسی کوتاہی کو تسلیم نہیں کیا؟"

"اُوں ہوں،" اعجاز نے نفی میں سر ہلایا۔

"یعنی کیا واقعی صرف یہ کہا کہ اِس ملک میں سب چلتا ہے؟"

"اور یہ کہ خداوند تعالیٰ مدینے میں موت نصیب کرے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اللہ اکبر!" بدیع الزمان بولا۔ "واہ، یہ تو ایسی لائن ملی ہے کہ پٹرہ کر دیں گے۔ رپورٹ کے آخر میں جب مالکان کی ری ایکشن کی بات کرو تو صرف یہی دو جملے لکھ دو، اِس کے بعد۔۔۔۔ اَور ہاں، یہ کہ مینجمنٹ سے معاملہ طے کر لو۔ معاملہ کو کوٹیشن مارکس میں لکھنا۔ اِس کے بعد فل سٹاپ، رپورٹ ختم۔ پردہ ڈراپ۔ پھر دیکھو اِس کا اِمپیکٹ کیا ہوتا ہے۔ معاملہ! ہاہاہا! معاملہ! اُسے پتا نہیں کہ اُس کے ساتھ کیا معاملہ ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک۔" اعجاز نے کہا۔

"مگر یار اعجاز،" بدیع الزمان تعریفانہ انداز میں بولا، "تم نے رِسک بڑا لیا۔ دو جگہ پر پکڑے جا سکتے تھے۔ ایک ٹیلیفون کال ہوتی اَور تمہارا پول کھل جاتا۔ مگر تم نے اپنی ہمت برقرار رکھی۔ مجھے پتا تھا،" وہ میز پہ ہاتھ مار مار کر چیخا، "مجھے پتا تھا، مجھے پتا تھا، تمہارے جیسا آدمی ہی یہ کام کر سکتا ہے۔ ہم دونوں ملک میں ڈنکا بجائیں گے۔" وہ جیسے جیسے جوش میں آتا جاتا تھا، سگریٹ پہ سگریٹ پھونکتا جا رہا تھا۔ "اب تو میں یہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا ہوں کہ آج وہاں پہ کیا سین ہو گا۔ تمہارے آنے کے فوراً بعد اُنہوں نے کیمیکل اگزامینر کے دفتر فون کھڑکائے ہونگے۔ اِس وقت حاجی سیکورٹی سے لے کر مینجنگ ڈائیرکٹر تک سارے سٹاف کو تگنی کا ناچ نچا رہا ہو گا۔ ہیں ناء؟" وہ چیخا۔

"اور تسبیح پھیر رہا ہو گا،" اعجاز نے کہا۔

"ہاں ہاں، ٹھیک، بالکل ٹھیک۔"

جب کمرہ دھوئیں سے بھر گیا اَور کھڑکیاں کھولنے پر بھی کم نہ ہوا تو اعجاز اُٹھ کھڑا ہوا۔

"ڈیڈ لائن سے پہلے دے دو گے ناء" بدیع الزمان نے پُوچھا۔

"دے دوں گا۔"

"لیگل ایڈوائیزر کو بھی دکھانی ہے۔ اُس کا اصرار ہے۔"

"ہاں، سمجھ گیا،" اعجاز نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس روز رپورٹ چھپی، جلی حروف میں اَپنا نام پڑھ کر اعجاز کو اَپنے بدن میں ایک اَیسی سنسنی کا احساس ہوا جو اُس نے پہلے شاید ہی کبھی محسُوس کی ہو، گو اُسے یہ احساس ہلکا سَا مانُوس بھی لگا، مگر اِس کا مقام، کوشش کے باوجُود، اَپنی یاد میں اُسے کہیں دکھائی نہ دیا۔ "بہ بانگ دہل" ابھی تک عام بکسٹالوں پہ نہ بکتا تھا، صرف چند دُکاندار اسے رکھنے پہ راضی ہو سکے تھے، جن میں زیادہ تر لکڑی کے پھٹوں والے اخبار فروش تھے۔ پرچے کی چند کاپیاں اُوپر نیچے رکھی ہوتی تھیں، اَور ہفتے کے آخری دن تک اُوپر والی کاپی کا پہلا صفحہ گرد، پانی کے چھینٹوں اَور مکھی کی بیٹوں سے اَٹ کر سیاہ ہو چُکا ہوتا تھا۔ گیارہ نمبر والے دِن اعجاز نے دھلے دُھلائے، تہہ کئے ہوئے کپڑوں کا جوڑا پہنا اَور موٹر سائیکل پر سوار ہو کر اِن دُور دُور کے بکسٹالوں پہ گیا جہاں "بہ بانگ دہل" پہنچتا تھا۔ اِن دو چار بکسٹالوں پہ اُس نے ہر ایک پر سے پرچہ اُٹھا کر دیکھا، ورق گردانی کرتے ہُوئے اُس صفحے پہ پہنچا جہاں چوکھٹے کے اَندر موٹے الفاظ میں اُس کی رپورٹ کا عنوان لکھا تھا: "گھی کا سکینڈل۔ بہ بانگ دُہل کی خصوصی رپورٹ۔" نیچے ذرا چھوٹے حروف میں، مگر الگ پہ چوکھٹے کے اندر، اُس کا نام تھا۔ "ملک محمد اعجاز۔" ہر جگہ پر وہ چند مِنٹ تک اَپنے نام پہ نظریں جمائے کھڑا رہا، پھر پرچہ رکھ کر آگے چل پڑا۔ تین گھنٹے کے اَندر اُس نے کئی میل کا چکر کاٹا۔ ہر بار اَپنے لکھے ہوئے الفاظ اَور پرنٹ کیا ہُوا نام دیکھ کر اُس کے دِل کی دھڑکن تیز ہو جاتی، خُون اُس کے کانوں میں سنسنانے لگتا اَور جلد جھرجھراتی۔ ایک نشے کی سی کیفیت تھی جو چند لمحوں کے لئے اُس پہ طاری ہو جاتی اَور اَپنے پیچھے ایک خُوش کن احساس چھوڑ جاتی۔ آخری بکسٹال پہ اعجاز کو اِس احساس کی دھار ذرا کند ہوتی ہُوئی معلوم ہُوئی۔ وہ اِس انوکھی سنسنی کے ماند پڑ جانے کے خیال کو سہار نہ سکا۔ اُس نے جیب سے نقدی نکالی اَور پرچے کی ایک کاپی خرید لی۔ اسے موٹر سائیکل کے ہینڈل میں اُڑسنے کی بجائے اُس نے دہرا چوہرا کر کے اُسے قمیض کی جیب میں رکھ لیا۔ وہ اسے اَپنے بدن کے سَاتھ لگا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اِس سے اُسے عجیب سی تن آسانی کا احساس ہُوا۔ اب وہ موٹر سائیکل بھی اَیسی آزادی سے چلا رہا تھا جیسے وہ چالیس اِکتالیس سالہ دیہاتی نہ ہو بلکہ اٹھارہ سالہ شہری لڑکا ہو۔ روزمرہ کی نسبت آج اُسے اَپنے آگے ٹریفک کی بندش ایک آدھ سیکنڈ پہلے ہی نظر آتی جا رہی تھی اَور وہ اَیسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صفائی سے اپنی سواری کو دائیں اور بائیں موڑتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اُس کے سامنے خُود بخود راستہ نِکلتا آ رہا تھا۔ پہلے کبھی اعجاز کو اُس مشین پر ایسی قدرتی مہارت کے ساتھ ایسا ضبط حاصل نہ ہوا تھا۔ دو ایک فرلانگ ہی جا کر وہ ایک سُرخ بتی پر رُکا کھڑا تھا کہ دفعتاً اُس کے ذہن کی کسی کھڑکی کا پٹ کھلا اَور اُسے اپنی اِس کیفیت کی ایک پرانی پہچان کی جھلک دکھائی دی۔ اُس کا دل یک بارگی اُچھلا۔ یہ کیفیت اعجاز پہ اس وقت وارد ہُوئی تھی جب وہ پہلی بار ایک بڑے جلسے میں سٹیج پہ چڑھ کر ایک مجمعے سے مخاطب ہوا تھا۔ چھوٹی موٹی مجلسوں میں، کمروں کے اندر، گلیوں اَور احاطوں میں کُرسیوں پہ یا زمین پر بیٹھ کر مزدُوروں سے گفتگو کرنے کی اور بات تھی۔ کناتوں اَور شامیانوں دریوں اَور سٹیج اَور مائیکروفونوں والے جلسے کا ماحول مختلف تھا۔ ایسی جگہوں پہ، جہاں دُوسرے نامور لوگ مدعو ہوں، پہلے اُٹھ کر بولنا ایک بیتاب مجمعے کو قابو میں کرنے والی بات تھی۔ جب پہلی بار اعجاز ایک ایسے موقع پر چار پانچ سو چہروں کے سامنے کھڑا ہُوا تھا اَور پہلے چند جملے اُس نے رُک رُک کر ادا کئے اَور پھر اُس کی زبان میں روانی آتی گئی تھی، تو اُسے علم ہوا تھا کہ چھوٹی مجلسوں میں اہمیت اِس بات کی ہوتی تھی کہ آپ اصل میں کیا کہہ رہے ہیں، اور جو کہہ رہے ہیں اُس میں ربط موجُود ہے۔ یا کہ نہیں، جبکہ بڑے جلسوں میں نہ ہی الفاظ اَور نہ اُن کا باہمی ربط اتنے اہم ہوتے تھے جتنا کہ بدن کی حرکات کا انداز اَور آواز کا زیر و بم۔ اِن جلسوں میں، جہاں مجمعے کی تمام تر قوتیں، اَپنے حجم کی وجہ سے بجی ہُوئی سٹیج اَور مائیکروفون اَور اُوپر بیٹھے ہُوئے بڑے لوگوں کے باعث کانوں کی بجائے نظروں میں سمٹی ہوتی تھیں، بات کا ربط دلیل سے نہیں بلکہ آواز کی اُونچ نیچ سے پیدا ہوتا تھا، اَور یہی خطابت کا اصل راز تھا۔ ایک خیال تیزی سے اُس کے ذہن سے گزرا تھا کہ غالباً یہی وجہ تھی کہ چھوٹی چھوٹی تحریکیں، جن کے سربراہان عقل و فہم کی باتیں کر کے لوگوں کے شعور کو بدلنے کی کوشش کرتے تھے، اسی صورت میں اَپنی زندگی گزار کر ختم ہو جاتی تھیں، جبکہ مجمعے کے لاشعور کو قابو کرنے کی مہارت رکھنے والے لوگ، عقل و فہم کی کمی کے باوجُود، اِس میدان میں بازی لے جاتے تھے۔ اِس بات کا اندازہ کر کے خود بخود اعجاز کی آواز، اَور اُس کے سر، بازوؤں اَور کندھوں کی حرکات بدل گئی تھیں۔ ہجوم اب سکون سے اُس پہ نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ عام فہم باتیں کرتے ہوئے وہ بیچ بیچ میں، وقفے وقفے پہ کوئی جوش آور اِصطلاح استعمال کر دیتا تو مجمعے کا ردِ عمل اُس کی